"غربت"

حافظہ مسکان اِقبال

انتساب

"میری ماں کے نام، جن کے الفاظ میرے لکھنے کی طاقت بنے۔"

پیش لفظ

کچھ کہانیاں انسان بہت تکلیف میں لکھتا ہے اور میری پہلی تحریر میری اسی تکلیف کا خلاصہ ہے امید کرتی ہوں میرے الفاظ آپکے دل میں جگہ ضرور بنائے گی

(جزاک اللہ)

"ماما مجھے لگتا ہے میری جاب یہاں لگ جائے گی ۔"

اس نے ڈوبتے ہوئے دل مگر پر امید آواز کے ساتھ اپنی ماں کو حوصلہ دیا

"ہاں زروہ بیٹا مجھے یقین ہے اللہ ہمیں اکیلا نہیں چھوڑے گا"

صفیہ نے اپنے جگر کے ٹکڑے کو پیار سے نہارتے ہوئے کہا

کہیں دور اذان کی آواز کانوں سے ٹکرائی تھی ۔

کوئی سویا ہوا مولوی اب جاگا تھا ۔

"بیٹا اللہ پر یقین رکھنا ایک دن ہر آزمائش ختم ہو جاتی ہے"

بجھے مگر پر امید دل کے ساتھ صفیہ نے الفاظ ادا کیے

"ماما ایک اللہ ہی تو ہے جس پر مجھے آنکھ بند کر کے یقین ہے"

اُس نے اپنی موٹی موٹی آنکھوں سے آنسوں صاف کرتے ہوئے کہا ۔

آنسوں آنکھوں میں کب آجائے بعض اوقات معلوم ہی نہیں پڑھتا

پرندوں کا ایک جھنڈ شور مچاتا ہوا کھلے صحن کے اوپر سے گزرا تو زروہ بھی نم آنکھوں سے مسکرا دی ۔

پرندے اپنے گھروں کی روانگی پر تھے ۔

شام کے سائے ہر سو پھیلے تھے

"ہر شام کے بعد نئی صبح ضرور آتی ہے زروہ کو یقین تھا"

"اللہ پر کامل یقین ایک دن کامیابیوں تک ضرور پہنچاتا ہے"

صفیہ نے یہ منظر بڑھی حسرت سے دیکھا تھا ۔

یہ منظر اب بہت کم ہی دیکھنے کو ملتا تھا ۔

اُن کی بیٹی مرجھا سے گئی تھی ۔

سفید رنگت گندمی میں تبدیل ہو گئی تھی ۔

آنکھوں کے نیچے حلقے اور ہونٹوں پر ہمہ وقت خاموشی رہنے لگی تھی ۔

ایک ماں کے لیے اولاد کی جوانی کو فنا ہوتے دیکھنا بہت مُشکِل ہوتا ہے۔

اُن کی تخیل میں خلل مسلسل بجتے دروازے کی آواز نے ڈالا تھا۔

دونوں نے چونک کر دیکھا آخر ایسی بھی کیا آہ پڑھی تھی کہ دروازہ بجانے والا دروازے کو توڑنے کے در پر تھا۔

زروہ کا دل گبھرا اٹھا۔

صفیہ نے جلدی جلدی دروازہ کھولا۔

کہیں دروازہ بجانے والا دروازہ توڑ ہی نہ ڈالے۔

دروازہ کھولتے ہی سامنے حسن کھڑا تھا اور بہت گھبرائی ہوئی حالت میں تھا یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کہیں سے سرپٹ دوڑ لگا کر آیا ہو۔

زروہ کا دل مزید گبھرا اٹھا۔

اماں کو دروازے پر ہی جما دیکھ کر وہ بھی فورا دروازے پر آئی۔

تاکہ معلوم کر سکے کے ہوا کیا ہے

"ارے حسن کیا ہوا؟

کیوں دروازہ یوں بجا رہے تھے کہ آج ہی توڑ ڈالو گے۔

سب خیریت تو ہے؟

" اماں نے بالآخر وہ سوال کیا جو زروہ پوچھنے کو دوڑی تھی

" آنٹی جلدی چلیں سجاد چچا کا بہت خطرناک ایکسڈنٹ ہوگیا ہے۔

اُن کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔

اُنہیں فوری طور پر ایمبولینس میں ڈال کر ہسپتال لے کر گئے ہیں۔

"میں بھی بس آپ کو ہے لینے آیا ہوں"

صفیہ نے خبر سنتے ہی اپنی دل پر ہاتھ رکھا۔

زروہ نے ڈولتی ماں کو بڑے حوصلے سے سنبھالا۔

ابا کو کچھ نہیں ہوگا اس بات کا اُسے یقین تھا۔

"وہ وعدہ خلافی نہیں کریں گے اُسے یقین تھا"۔

"وہ اپنا وعدہ ضرور نبھائیں گیں"۔

حسن نے فوری طور پر صفیہ کو سنبھالا اور زروہ کو چادر لانے کا اشارہ کیا۔

وہ جانتا تھا کہ یہ باہر سے مضبوط لڑکی اندر سے کتنی کمزور ہے۔

"ایک وہ ہی تو جانتا تھا"۔

زروہ فوراً جا کے چادر اور اپنا عبایا لے آئی۔

جلدی جلدی نقاب کر کی اماں کو چادر اڑھائی اور اماں اور حسن کے ساتھ رکشے میں بیٹھ گئی۔

حسن اپنے ساتھ رکشہ بھی لے آیا تھا۔

اُن کے بیٹھتے ہی رکشہ ہواؤں سے باتیں کرنے لگا۔

کچھ ہی دیر میں وہ ہسپتال پہنچ گئے۔

پورے راستے صفیہ اپنی محبت کی سلامتی اور ذروہ اپنے ابو کا سایہ سر سے نہ چھن جانے کی دعائیں کرتی رہیں۔

جلدی جلدی ہسپتال کی راہداریوں سے گزرتے ہوئے وہ آپریشن تھیٹر کے باہر آ ٹھہرے تھے۔

وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ ایک ٹرک والا جاتے ہوئے ٹکر مار گیا تھا۔

"اور بجائے معافی مانگنے کے اُس نے وہاں سے بھاگ جانا بہتر سمجھا"

"کسی کی زندگی کو موت کے دہانے لا کر بھاگ جانا کتنا آسان ہوتا ہے نہ؟

صفیہ بیگم کا دل اور دماغ جیسے مفلوج ہو کر رہ گیا تھا۔

وہ بس خاموشی سے بیٹھی اپنے اللہ سے خیر مانگ رہیں تھیں۔

یکدم ہی آپریشن ٹھیٹر کا دروازہ کھول کر ڈاکٹر باہر آیا ۔

حسن اور زروہ فوراً اس کی جانب لپکے ۔

ڈاکٹر سے معلوم ہوا کے حالت ناساز ہے خون کو وقتی طور پر پٹیوں سے روک دیا گیا ہے۔

مگر آپریشن کرنا ہوگا اور آپریشن کی رقم کے دو لاکھ پہلے جمع کروانے ہوں گے ۔

"اتنا برا حال تو زروہ کا حادثے کا سن کر نہیں ہوا تھا جتنا رقم سن کر ہوا تھا"

اس کے قدم باقاعدہ لڑکھڑائے تھے ۔

حسن نہ پیچھے سے سہارا نہ دیا ہوتا تو یقیناً وہ گر چکی ہوتی

" ہم اتنی رقم کہاں سے لائیں گے' منہ سے یہ الفاظ بے ساختہ نکلے تھے

فوراً خود کو سنبھالتے ہوئے وہ اس سوچ میں پڑھ گئی تھی کہ حادثے کا صدمہ زیادہ جان لیوا تھا یہ رقم کا۔

حسن بھی سن کے ٹینشن میں چلا گیا تھا۔

زروہ نے وقت ضائع کرنے کے بجائے ہر رشتے دار کو کال ملانا شروع کر دی۔

کہیں سے بھی ہاں میں جواب نہ آیا۔ نہ کسی دوست نے مدد کی، نہ کسی رشتہ دار نے۔

ذروہ نے سوچا

" غربت نے آج تک پیٹ کو مارا تھا آج لگ رہا تھا ابا کو بھی مار دے گی "

حسن بھی اپنے چچا زاد ہونے کا فرض نبھا رہا تھا ۔

ہر جگہ فون ملا کے دیکھ چکا تھا مگر کہیں سے بھی اتنی بڑی رقم کا بندوبست نہیں ہوا اور تو اور حسن کے آبا نے بھی کہہ دیا تھا کے وہ ایک روپیہ بھی نہیں دے سکتے۔

بھائی مرتا ہے تو مر جائے ۔

حسن نے اپنے باپ کی بے حسی کو بڑے افسوس سے دیکھا تھا

جو رقم حسن اپنے دوستوں سے اکھٹا کر کے لایا تھا وہ صرف پچاس ہزار تھی ۔

زروہ کو تو کوئی راستہ نظر نہیں آرہا تھا ۔

حسن یہ کہ کر گیا تھا کہ اس کا ایک جاننے والا ہے وہ شاید رقم دینے پر راضی ہو جائے ۔

اماں واشروم گئی ہوئی تھیں اور ابا زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہے تھے ۔

زروہ نے خود کو بلکل تنہا پایا شام سے رات ہونے کو تھی مگر اب تک کوئی راستہ نظر نہ آیا تھا

"بیٹا کیا ہوا کوئی پریشانی ہے کیا ؟

" ایک مشکوک سی عورت زروہ کو تنہا دیکھ کر فوراً اس تک آئی ۔

زروہ نے دیکھا کہ اس کا چہرہ نقاب میں چھپا تھا بس آنکھیں ہی نظر آرہی تھیں

" بس آنٹی اللہ کے فیصلوں کے آگے سر خم کیے ہوئے ہیں ہم انسان ۔

اب تو بس کسی معجزے کا انتظار ہے

" دُکھی دل کو سہارا ملا تو فوراً ہی اپنا درد کھول کر بیٹھ گیا

" ارے بیٹا پریشان کیوں ہوتی ہو اللہ سب ٹھیک کر دے گا " کالے دل کی زبان سے نیک الفاظ ادا ہوئے تو زروہ کے دل کو ڈھارس سی محسوس ہوئی۔

وہ آنٹی میٹھے لہجے میں صورتحال معلوم کرنے لگیں۔

ساری روداد سننے کے بعد انہوں نے وہ جال پھینکا جس کے لیے وہ آئی تھیں۔

بیٹا ایک راستہ ہے کہو تو میں بتا سکتی ہوں لیکن تھوڑا رسکی ہے ۔

بتانا میرا فرض ہے باقی تمھاری مرضی ۔

بلی تھیلے سے باہر تو اب آئی تھی۔

زروہ کے نرم دل کا فائدہ اٹھا کر وہ مشکوک عورت اپنا مقصد کامیاب بنانا چاہتی تھی ۔

" ایسا بھی کیا ہے" زروہ کو وہ عورت اب تھوڑی مشکوک محسوس ہوئی

"بیٹا میں تو بس تمھاری مدد کرنا چاہتی ہوں مجھے غلط مت سمجھو ۔

یہاں کچھ نرسوں کو میں نے بات کرتے سنا تھا وہ کہہ رہی تھیں کے کوئی اپنا ایک گردہ دے دے تو وہ اسے اس کی منہ مانگی رقم دیتے ہیں ۔

تاکہ اُن کی مدد ہو سکے اور ویسے بھی ایک گردے میں انسان زندہ رہ سکتا ہے ۔

تم اگر چاہو تو میں ان سے بات کروں میں اتنی امیر تو ہوں نہیں کے خود تمھاری مدد کر سکوں

واللہ میں بس تمھاری مدد کرنا چاہتی ہوں مجھے ایسی نظروں سے مت دیکھو "

زروہ کو ایک لمحے کے لیے تو وہ عورت پاگل لگی جو اُسے اتنا بڑا رسک اٹھانے کے لیے کہہ تھی ۔

دوسرے ہی لمحے زروہ نے اس عورت کو سختی سے جانے کو کہا

اماں بھی اسی وقت واپس لوٹی تھیں اور بیٹی کو کسی پر یوں برہم ہوتا دیکھ کر معاملہ کے بارے میں پوچھنے لگی ۔

وہ عورت فوراً ہی وہاں سے چلی گئی کیوں کے اُس کا کام ہو چکا تھا

" کچھ نہیں اماں بس پاگل عورت تھی " زروہ نے اُنہیں اپنی باتوں سے ٹال دیا

اسی وقت حسن آگیا تو اماں حسن کی جانب متوجہ ہوگئیں۔

حسن نے آکر بتایا کی اُس کے جاننے والے نے بس پچاس ہزار دیا تھث۔

کل ملا کر ایک لاکھ۔

مگر یہ رقم اب بھی کم تھی۔

تینوں سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔

اب تو کوئی راہ نظر بھی نہ آتی تھی ۔

غربت نے اُنہیں کہیں کا نہیں چھوڑا تھا ۔

اگر سر کی چھت اپنی ہوتی تو وہ ضرور اُسے بیچ کر ابا کو بچا لیتی ۔۔۔۔

بہر حال اُن لوگوں نے آدھے پیسے اور اللہ کے واسطے دے کر آپریشن شروع کروالیا تھا ۔

آپریشن ختم ہونے سے پہلے ساری رقم جمع کروانا بہت ضروری تھا ۔

اماں سجدے میں اللہ سے خیر مانگ رہی تھیں اور حسن ہر جگہ مارا مارا پھر رہا تھا۔

شیطان دل م میں وسوسے ڈالنے لگا تو زروہ کو وہ آنٹی یاد آئی باپ کی زِندگی کے آگے اپنے آپ کا سودا کرنا بیکار نہ لگا۔

جھٹ سے فیصلہ کرتی اٹھی۔

"شیطان نے اپنا کام کر دکھایا تھا"

زروہ کی آنکھوں کو زیادہ محنت نہ کرنا پڑی دو تین راہداریاں گزرتے ہی اسے وہ فرشتہ صفت شیطان نظر آگئی تھی۔

"آنٹی، بات سنیے... ارے آنٹی !"

شکیلہ کسی اور شکار کی تلاش میں تھی کہ اسے پیچھے سے اسی لڑکی کی آواز سنائی دی جس نے کچھ دیر پہلے اسے جھڑک دیا تھا۔

وہ جان گئی کہ شکار جال میں پھنس چکا ہے، چنانچہ وہ فوراً رک گئی۔

"آنٹی، میں اپنے پہلے لہجے پر شرمندہ ہوں۔

مجھے اُس نرس سے ملنا ہے، کیا آپ مجھے اُس سے ملا سکتی ہیں؟"

"ہاں ہاں بیٹا، کیوں نہیں۔ چلو !"

کچھ ہی دیر میں وہ ایک نرس کے سامنے کھڑی تھیں، جو زروہ کو بہت گہری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

شکیلہ نے فوراً بات آگے بڑھائی:

"یہ اپنا ایک گردہ بیچنا چاہتی ہے۔

اس بچی کے والد کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے، آپ اسے رقم دے دیں تاکہ یہ جمع کروا سکے۔"

وہ شکل سے جتنی معصوم نظر آتی تھی، دل سے اتنی ہی کالی تھی۔

اگر زروہ کو حقیقت کا علم ہوتا تو شاید وہ یہاں کبھی نہ آتی۔

"جی جی، میں ابھی پیسے دے دیتی ہوں، مگر کیا یہ اتنا بڑا رسک اٹھانے کے لیے تیار ہے؟"

وہ شاید زروہ کے فیصلے کی پختگی کا اندازہ لگانا چاہ رہی تھی۔

"جی، میں تیار ہوں۔

بس آپ جلدی سے پیسے دے دیجیے، ورنہ میرے ابا مر جائیں گے۔"

نرس نے اُس سے مطلوبہ رقم پوچھی اور کہیں چلی گئی۔

کچھ دیر انتظار کے بعد وہ واپس لوٹی۔

زروہ کے حوالے پیسے کرتے ہوئے اُس نے اسے دوبارہ اسی کمرے میں آنے کا کہا۔

زروہ نے جلدی جلدی وہ رقم پکڑی اور فوراً کاؤنٹر کی طرف چلی گئی۔

رقم جمع کروانے کے بعد باقی رقم ماں کے حوالے کرنے کا ارادہ کرتے ہوئے وہ اُن کے پاس آ گئی۔

نرس نے زروہ کو تین لاکھ روپے دیے تھے۔

اماں اتنی بڑی رقم دیکھ کر بہت پریشان ہو گئیں اور زروہ سے پوچھنے لگیں کہ یہ رقم کس نے دی ہے۔

مگر زروہ نے یہ کہہ کر بات ٹال دی کہ اُسی آنٹی نے اُس کی مدد کی ہے، جو کچھ دیر پہلے وہاں آئی تھیں۔

"اماں، مجھے ایک ضروری کام ہے، میں جلد واپس آ جاؤں گی۔

آپ ابا کا خیال رکھیے گا۔"

پتہ نہیں کیوں، ماں کا دل زروہ کی بات سن کر گھبرا اٹھا تھا۔

لاکھ پوچھنے پر بھی اُس نے صرف اتنا کہا:

"میرا انتظار کرنا، میں ابھی آ جاؤں گی۔"

یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلی گئی۔

زروہ کے جاتے ہی حسن باقی رقم کے ساتھ واپس لوٹا تھا اور خوشی خوشی صفیہ کو بتا رہا تھا، مگر یہ سن کر کہ زروہ رقم جمع کروا چکی ہے، وہ حیران اور پریشان ہو گیا تھا۔

اتنی بڑی رقم آخر کسی نے یوں ہی کیسے دے دی؟ اس بات پر یقین کرنا اس کے لیے آسان نہیں تھا۔

دوسری طرف، نرس کے کہنے پر زروہ دوبارہ اسی کمرے میں لوٹ آئی تھی۔

شکیلہ آنٹی اور نرس اسے ہسپتال کے قریب واقع ایک مکان میں لے گئے تھے۔

نرس کا کہنا تھا۔

"یہ کام غیر قانونی ہے، اس لیے ہسپتال میں نہیں کیا جا سکتا۔"

زروہ نے اپنے والد کی زندگی کی خاطر ہر خوف کو دل سے نکال دیا تھا۔

اسے صرف اتنا معلوم تھا کہ ایک گردہ دینے کے بدلے اسے رقم مل جائے گی اور اس کے ابا بچ جائیں گے۔

زروہ کیا جانتی تھی کہ گردہ خریدنے کا دعویٰ کرنے والے یہ لوگ دراصل اعضاء فروش تھے۔

وہ اپنے شکار کو زندہ واپس نہیں جانے دیتے تھے۔

اسے یقین تھا کہ وہ صرف ایک گردہ دے رہی ہے، مگر حقیقت اس کے تصور سے کہیں زیادہ بھیانک تھی۔

کچھ ہی دیر بعد زروہ کو بے ہوشی کا انجیکشن لگا دیا گیا

آخری بار اس کے ذہن میں اپنے ابا کا چہرہ ابھرا تھا، پھر ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔

شکیلہ اور اس کا گروہ غریب اور مجبور لوگوں کو اپنے جال میں پھنساتا، ان کے اعضاء نکال کر آگے فروخت کر دیتا تھا۔

آج ان کا نیا شکار زروہ بنی تھی۔

ادھر ہسپتال میں ڈاکٹر نے خوشخبری سنائی تھی کہ سجاد صاحب کا آپریشن کامیاب رہا ہے اور اب وہ خطرے سے باہر ہیں۔

حسن کا دل جہاں زروہ کے اچانک غائب ہو جانے پر

پریشان تھا، وہیں چچا کے ہوش میں آنے کی خبر سن کر خوشی سے بھر گیا تھا۔

"ہسپتال کے کمرے میں جب ابا نے اپنی آنکھیں کھول کر زروہ کو پکارا تھا، عین اُسی لمحے زِرواہ اپنی آخری سانسیں لے رہی تھی..."

ایک طرف باپ کو نئی زندگی ملی تھی، تو دوسری طرف بیٹی زندگی کی ڈور کو ہمیشہ کے لیے خیر آباد کہہ چکی تھی۔

وعدہ نبھانے والے نے اپنا وعدہ نبھا دیا تھا، مگر زروہ اپنی آزمائش میں کامیاب نہ ہو سکی تھی۔

زروہ ٹھیک کہتی تھی کہ غُربت نے ہمیشہ پیٹ کو مارا ہے، اور آج بھی وہ کسی نہ کسی کو ضرور مارے گی۔

یہ اِس کے ابا ہوں گے یا وہ خود، اسے اس بات کا علم نہیں تھا۔

ختم شد